زمینداری اور جاگیرداری کا تاریخی پس منظر

از
(جناب مولوی تقی الدین صاحب بہاری)

مولوی تقی الدین صاحب بہاری ایک نوجوان عالم دین ہیں اور مدرسہ امینیہ دہلی کے فاضل ہیں، موصوف کو شروع ہی سے تصنیف و تالیف کے کام سے شغف ہے، پچھلے چند برسوں سے "اسلام کے زرعی نظام" پر مواد جمع کر رہے تھے الحمد للہ اب ایک کتابی صورت میں تیار ہو گیا ہے، زیر نظر مضمون اسی کتاب کا ایک باب ہے اور برہان میں اس خیال سے شائع کیا جا رہا ہے کہ اس سے پوری کتاب کے متعلق ارباب نظر کی رائے کا اندازہ ہو سکے گا "برہان"

زمین سے متعلق ابتدائی تصورات ابتدائی زمانہ میں زمین تمام انسانوں کی ملک سمجھی جاتی اور انتفاع کے لحاظ سے سب میں مشترک تھی۔ جو شخص پہلے کسی قطعہ زمین کو کام میں لے آتا اسی کی عارضی ملکیت قائم ہو جاتی اور جب تک قبضہ کا عمل باقی رہتا بے دخل کر کے کسی دوسرے کا قابض ہو جانا انصاف اور قانون فطرت کے خلاف سمجھا جاتا تھا چونکہ اس صورت میں اس بات کا امکان تھا کہ اگر قابض سے زیادہ طاقتور شخص کو یہ مقام پسند ہو گا تو بے دخل کر کے خود قبضہ کرے گا اس لئے کچھ دنوں بعد مستقل ملکیت کا تصور قائم ہوا۔

پہلے صرف استعمال کا حق تھا اور اب اس کے ذات کی بنیاد پڑ گئی۔ پہلے قبضہ نے ایک عارضی حق پیدا کیا تھا یہی حق بعد میں مستقل ملکیت کا سبب بنا۔

"بلیک اسٹون" کا یہی نظریہ ہے "جرمنی کا مشہور مقنن "سوگنی" تقریباً اسی رائے کا مؤید ہے "اہل روما" میں جائداد کا یہی ابتدائی تصور پایا جاتا ہے۔ جے ۔۔۔کے بلنچلی ایک حد تک اسی کی تائید میں ہے[1]

شخصی ملکیت کی ابتدا مستقل ملکیت کا تصور قائم ہونے کے بعد زمین و جائداد کا مالک ایک شخص یا ایک خاندان نہ ہوتا بلکہ اس وقت پدر سری خاندان کے مؤثر جماعتیں قائم تھیں وہی اس کی مالک ہوتیں اور انھیں کے

[1] تدیم قانون فصل ہشتم ص۲۰، نیز نظریہ سلطنت ص۲۶۲

ذمہ پورا انتظام ہوتا تھا ۔ پھر رفتہ رفتہ جماعت کے مشترکہ حقوق سے شخصی حقوق علیحدہ ہوتے گئے اور یہاں تک نوبت پہنچی کہ شخص واحد مالک سمجھا جانے لگا۔[1]

عام طور سے ہوتا بھی یہی ہے کہ خاندان بڑھ کر ایک جدی رشتہ داروں کا مجموعہ ہوجاتا ہے پھر یہ مجموعہ مختلف گھرانوں میں منقسم ہوجاتا ہے اور بالآخر گھرانوں کی جگہ اشخاص قایم ہوجاتے ہیں جو مالک سمجھے جانے لگتے ہیں لیکن تبدیلی کے ہر مرحلہ پر ملکیت کی نوعیت بدلتی رہتی ہے ۔

زمینداری کی ابتدائی حالت پہلی مرتبہ "روما" میں اتنی بڑی جائدادوں کا ذکر ملتا ہے جن کی کاشت خاندان کا سردار اپنے گھر کے لڑکوں اور غلاموں کی مدد سے نہ کرا سکتا تھا ۔ غالباً یہ زمیندار آزاد آسامیوں کے ذریعہ کاشت کرانے سے ناواقف تھے اس زمانہ میں عام طور سے کاشتکاری کا کام غلام انجام دیا کرتے ادنی درجہ کے غلام اعلیٰ غلاموں کے سپرد کر دیے جاتے اور وہی ان سے کام لیا کرتے تھے مدتوں کاشت کا یہی طریقہ جاری رہا۔ جب زمینداروں کو اس بات کا احساس ہوا کہ جب تک پیداوار سے کاشتکار کا تعلق نہ ہو زمین کی قدر و قیمت میں اضافہ ہوسکتا ہے اور نہ ہی پیداوار بڑھ سکتی ہے تو بعض زمینداروں نے دوامی پٹہ اور مقررہ لگان پر آزاد آسامیوں کو زمین دینے کا طریقہ رائج کیا۔ اس کے بعد کاشتکار کی دو قسمیں ہوگئیں (۱) غلام کاشتکار (۲) آزاد آسامی کاشتکار

رعایا اور ان کے اختیارات پھر کچھ غلاموں نے ترقی پائی اور آزاد آسامیوں کی حالت میں تنزلی ہوئی جس کے نتیجہ میں رعایا کا وجود ہوا۔ یہ لوگ سالانہ پیداوار کا ایک حصہ زمینداروں کو دیا کرتے تھے۔ دراصل زمین کو بٹائی پر دینے کی ابتدا اسی سے ہوئی ہے ۔

زمیندار اور کاشتکار کا یہ معاملہ پہلے معاہدہ کے ذریعے طے ہوتا تھا بعد میں اس کو مستقل حیثیت حاصل ہوگئی اور معاہدۂ محدود ملکیت نام رکھ دیا گیا۔

"روما" میں اس شکل نے یہاں تک ترقی پائی کہ کاشتکار کو زمین کے ساتھ دلچسپی پیدا کرنے کا اس سے عمدہ اور کوئی ذریعہ نہ تھا۔ اس میں کاشتکاروں کو اتنے وسیع اختیارات ملتے تھے کہ "روما" کے حکام انھیں

---

[1] قدیم قانون فصل ہشتم

کو مالک سمجھنے اور بے دخل ہو جانے کی صورت میں دخلیابی کی نالش کر کے دوبارہ قبضہ کرنے کی اجازت تھی۔

اگر وہ وقت پر محصول ادا کر دیا کرتے تو پٹہ دہندہ (زمیندار) کسی قسم کی دست اندازی کا مجاز نہ ہوتا لیکن محصول ادا نہ کرنے کی صورت میں قبضہ کا اور عام حالت میں طریقۂ کاشت وغیرہ پر خاص قسم کی نگرانی کا حق باقی رہتا تھا۔ دراصل اس صورت میں دوہری ملکیت کا اصول قائم تھا یعنی بعض اختیارات کی بناء پر یہ کہا جا سکتا کہ کاشتکار مالک ہے اور دوسرے بعض اختیارات پر نظر کی جاتی تو زمیندار مالک ہوتا تھا ہی دوہری ملکیت کا اصول روما فوج کے سپاہیوں کی زمین میں بھی نافذ تھا۔ یہ لوگ سرحدی زمینوں پر مالکانہ حیثیت سے قابض تھے زمین حکومت ہی کی ہوتی تھی لیکن سپاہی جب تک فوجی خدمت انجام دیتے رہتے کاشت کرنے میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ تھی۔

حقوق استفادہ نے موروثی شکل اسی محدود ملکیت سے اختیار کی ہے کیونکہ اس قسم کی زمینیں عام طور پر آزاد آسامیوں کے ورثاء پر منتقل ہو جاتی تھیں۔

جاگیرداری کا درج محدود ملکیت کی مذکورہ شکل تقریباً سو سال تک غیر مہذب اقوام کے بادشاہوں کے سامنے رہی انھوں نے اسی کو دیکھ کر جاگیری نظام قائم کیا

عام طور سے جاگیر بادشاہ کے مصاحبوں کو درباداری کے صلہ میں ملا کرتی تھی اور یہ لوگ اس کے صلہ میں اپنی ذاتی آزادی کو قربان کر دیا کرتے تھے، ظاہر نظر میں یہ خدمت بڑی شاندار معلوم ہوتی لیکن اس سے ایک قسم کی غلامانہ ذلت کی بو آتی تھی کیونکہ اس کے بدلہ اپنی ہر آزادی کو قربان کرنا پڑتا تھا

یہ ہیں زمینداری و جاگیرداری کے ابتدائی تصورات جو تمام رومی و یونانی دنیا میں رائج تھے اور تقریباً دنیا کی ہر قوم میں پائے جاتے تھے[1]

رومی یونانی زمینداری وجاگیرداری اوپر معلوم ہو چکا ہے کہ ذاتی ملکیت کی ابتدا ایک خاص مقصد اور فائدہ کے تحت ہوتی تھی لیکن بعد میں اس مسئلہ کا غلط تصور عالمگیر انقلاب اور طبقاتی فساد کا سبب بنا۔ حتی کہ اللہ کی زمین جو سب میں مشترک تھی اور جسکے سب حقدار تھے ایک محدود طبقہ میں سمٹ کر رہ گئی اور دوسرا طبقہ جبر و تحکم کے

---

[1] قدیم قانون فصل ہشتم صد ۱۹۶ تا ص ۲۴۶

شکنجہ میں جکڑا ہوا ہر قسم کے وحشیانہ سلوک برداشت کرنے پر مجبور ہوا۔ اور انسان اپنی فطری صلاحیتوں اور طبعی استعدادوں کو چھوڑ کر زمیندار اور زرعی غلام میں تقسیم ہوگیا۔ پہلا طبقہ ہر حیثیت سے آزاد تھا . . . . اور دوسرا طبقہ ہر حیثیت سے غلام تھا۔ زمین چھوڑ کر نہ دوسرا پیشہ اختیار کرنے کی اجازت تھی اور نہ اپنی محنت سے منتفع ہونے کی سکت تھی۔ نہ آقاؤں کی تبدیلی کا اختیار تھا اور نہ اپنے آقا سے سرخروئی کی امید تھی۔

چنانچہ مشہور فلسفی افلاطون قدیم یونان کی یہ حالت بیان کرتا ہے

"یونان میں ظالم مظلوم ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہوتے کبھی پردہ کے پیچھے اور کبھی کھلے بندوں۔ کبھی مظلوموں کی شورشیں پھوٹ پڑتیں اور ظالمانہ طور پر دبائی جاتیں۔ گھروں کو جلانا۔ کھیتوں کو تباہ کرنا۔ قتل کرنا۔ غلام بنانا۔ غرض ہر قسم کے وحشیانہ سلوک عوام اور کاشتکاروں کے ساتھ مباح تھے[1]

اور مشہور مورخ ایڈورڈ گبن رومن امپائر کے زوال کے اسباب کا خلاصہ یہ بیان کرتا ہے

"روم دو طبقوں میں بٹا ہوا تھا ایک ظالم۔ دوسرا مظلوم۔ عوام اور کاشتکار کی زندگی بیلوں اور گدھوں کے مثل تھی، حکام کے اختیارات غیر محدود اور سزا دینے میں ہر طرح آزاد تھے۔ زرعی غلاموں سے بھاری بھاری لگان وصول کیا جاتا اور تحصیل وصول میں ہر قسم کی دردناک اور عبرتناک سزائیں دی جاتیں"[2]

اس میں شک نہیں کہ بعض فرمانروائے روم آگسٹس وغیرہ نے اصلاحات کی کوششیں کیں اور ان میں رعایا پروری کا جذبہ بھی پایا جاتا ہے لیکن ان کی یہ کوششیں دیرپا ثابت نہ ہوسکیں کیونکہ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جس نظام میں زیادہ جاگیریں ہوں گی اس میں کاشتکار زیادہ پریشان ہوں گے اور سلطنت کے اجزاء میں نظم و ضبط کا اعلیٰ معیار نہ قائم رہ سکے گا۔

قطائع

خلافتِ راشدہ میں ایک قسم ان آراضی کی ملتی ہے جو مفادِ عامہ کے پیش نظر خلافت کی جانب سے لوگوں کو دی جاتی تھیں جس کو کلام عرب میں "قطائع" کہتے ہیں۔

---

[1] جمہوریہ افلاطون مقالہ پنجم ص۲۲۸ و ص۲۲۵ نیز ریاست ص۱۸ و مقدمہ ریاست ص۲۸ [2] تاریخ زوال روما ص۵۲ و ۶۱ و ۳ و ۹۹ و ۹۸ و حجۃ اللہ البالغہ ج ا

اس انتظام کی دو صورتیں رائج تھیں۔

(۱) کاشت کے لئے کسی کو زمین دی جاتی اور وہ خود کاشت کرتا۔

(۲) اگر مفادِ عامہ کی کوئی خدمت سپرد ہونے کی بناء پر وہ کاشت نہ کر سکتا تو دوسرے کے ذریعہ کاشت کرواتا اور آمدنی یا پیداوار میں دونوں شریک ہوتے۔

خلافت کی جانب سے اس عطیہ کی کبھی تو یہ شکل ہوتی کہ صرف زمین کی منفعت کا مالک بنا دیا جاتا نفس زمین پر کسی قسم کے تصرف بیع۔ ہبہ وغیرہ کا اختیار نہ ہوتا اور کبھی زمین کی ذات اور منفعت دونوں کا مالک بنا دیا جاتا۔ اس صورت میں ہر قسم کے تصرف بیع۔ ہبہ وغیرہ کے اختیارات بھی حاصل ہوتے تھے لیکن قطائع کی کوئی شکل بھی سرکاری قانون اور ٹیکس سے مستثنیٰ نہ تھی بلکہ اجتماعی مفاد کے پیش نظر خلیفہ کے اختیارات بہ نسبت دوسری زمینوں کے قطائع پر زیادہ تھے۔

چنانچہ حضرت عمرؓ نے بہت سے ایسے قطائع تک واپس لے لئے۔ جو پیغمبر اسلام نے اپنے جلیل القدر صحابیوں کو عطا فرمائے تھے۔

رسول اللہ کا دینا بھی مفادِ عامہ کے پیش نظر تھا اور فاروق اعظم کا واپس لینا بھی اسی مقصد کی ترجمانی کرتا تھا اس بحث کو ذرا تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کی ضرورت ہے تاکہ زمانۂ خلافت کے قطائع کی اصل حقیقت واضح ہو سکے اور یہ معلوم ہو سکے کہ بعد میں اس کی اصل صورت کس قدر مسخ ہوئی۔ اور اب اس لفظ کو موجود زمینداری اور جاگیرداری کی حمایت میں کس بری طرح آلۂ کار بنایا جا رہا ہے

قطائع کی تعریف | خلافت راشدہ میں قطائع کی جو نوعیت تھی اس کے پیش نظر اس طرح تعریف کی جا سکتی ہے "مفادِ عامہ کے پیش نظر غیر آباد زمین کو آبادکاری کے لئے کسی کو دینا اور حسب حاجت و مصلحت سرکاری ٹیکس وصول کرنا"

چنانچہ اس کی تائید فقہاء متقدمین کے اس قول سے ہوتی ہے

الاقطاع اعطاء الارض للاحیا سواء وجب فیہ العشر او الخراج[1]	"اقطاع" کسی کو آبادکاری کے لئے زمین دینا چاہئے اس میں عشر واجب ہو یا خراج۔

[1] فیض الباری للعلامہ انور الکشمیری ج ۳ ص ۳۰

ذیل کی تصریحات سے بھی کسی حد تک اس کی تائید ہوتی ہے

اس بارے میں علامہ مقریزی کلام عرب کا یہ محاورہ نقل کرتے ہیں۔

اقطعہ نہراً وارضاً اباح لہ ذلک[1] نہر اور زمین قطیعہ دیا یعنی اس کے لئے مباح کر دیا

بدرالدین عینیؒ شارح بخاری کہتے ہیں

"قطائع" قطیعہ کی جمع ہے خلیفہ کے قطیعہ دینے کی یہ شکل ہے کہ جس شخص میں اہلیت دیکھے اللہ کے اموال میں سے کچھ حصہ خلافت کی جانب سے اس کو عطا کرے۔ اکثر اس لفظ کا استعمال زمین کے بارے میں آتا ہے اور اس کی دو صورتیں ہوتی ہیں یا تو زمین کی ذات اور منفعت دونوں کا مالک بنا دیا جائے یا صرف منفعت کا مالک بنایا جائے ذات کا نہیں[2]

قاضی ابوبکر بن عربی شارح ترمذی کہتے ہیں

"اقطاع" ہبہ ہے جس میں ایک کا حصہ دوسرے شرکاء سے جدا کر دیا جاتا ہے کیونکہ آراضی میں تمام لوگ شریک ہیں[3]

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کہتے ہیں۔

"خلیفہ کو قطیعہ دینا جائز ہے اس کی دو صورتیں ہیں یا تو زمین کا مالک بنا دے یا مالک نہ بنائے صرف انتفاع کا موقع دے[4]

ان تمام تصریحات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ "قطائع" کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ کسی شخص کو آبادکاری کے لئے خلافت کی جانب سے آراضی دی جائے۔

کس قسم کی آراضی دی جاتی تھیں | احادیث و روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ تین قسم کی آراضی ایسی ہوتی تھیں جو خلافت کی جانب سے بطور قطیعہ دی جاتی تھیں۔

(۱) بنجر زمین جو ہمیشہ سے غیر مزروعہ اور غیر آباد چلی آتی تھیں۔ ان کی ویرانی اور سختی دیکھ کر عام لوگوں کو انھیں قابلِ کاشت بنانے کی ہمت نہ ہوتی تھی خلافت نے ایسی زمینوں کی طرف توجہ کی اور انھیں قابلِ کاشت بنانے کے لئے لوگوں میں تقسیم کر دی چنانچہ "نقیع" میں جو زمین حضرت زبیرؓ کو دی گئی تھی وہ اسی زمین سے تھی۔[5]

---

[1] کتاب الخطط للمقریزی ج ۱ ص۱۵۵ [2] عمدۃ القاری ج ۶ ص۳۶ [3] عمدۃ القاری ج ۶ ص۱۵ از فیض الباری [4] مسوی ص۴۵

[5] الاحکام السلطانیہ ص۱۸۱

(۲) افتادہ زمین جو قابلِ زراعت ہونے کے باوجود کسی وجہ سے زیرِ کاشت نہ ہو۔

اس میں تمام وہ زمینیں شامل تھیں جو بستیوں کے اجاڑ ہو جانے کے بعد بے کار پڑی تھیں اور کوئی آباد کرنے والا نہ رہا۔

مدینہ کی وہ زمینیں بھی اسی میں شامل تھیں جو آبپاشی کی دشواری کی وجہ سے پیغمبرِ اسلام کے حوالہ کر دی گئیں تھیں بلال بن حارث کو رسول اللہ نے "وادیِ عقیق" اسی زمین سے عطا فرمائی تھی [1]

(۳) خالصہ (سرکاری) زمین۔ مفتوحہ علاقہ کی تمام وہ زمینیں جو خلافت کے لئے "خالصہ" قرار دی جاتی تھیں جن کی تفصیل یہ ہے۔

(ا) جن آراضی کے مالک جنگ میں مارے جاتے۔

(ب) یا بھاگ جاتے۔

(ج) شاہی جاگیریں جو بادشاہ کے صرفِ خاص کے لئے خالصہ ہوتی تھیں۔

(د) شاہی خاندان اور افسران کی جاگیریں۔

(ہ) ترائی۔ جھیلیں۔ جھاڑیاں وغیرہ۔

یہ اور اسی قسم کی تمام وہ زمینیں جن پر چند افراد قابض ہو کر عیش کرتے تھے اور اسلام کے بعد ان کا کوئی مالک اور آباد کرنے والا نہ رہتا تھا "خلافت کے لئے" "خالصہ" ہو جاتی تھیں [2]

ابو عبید "خالصہ" کی تفصیل بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں۔

فلم یبق بھا ساکن ولا لھا عامر فکان حکمھا الی الامام [3]	مذکورہ آراضی میں نہ کوئی رہنے والا تھا اور نہ آباد کرنے والا اس لئے ان کا معاملہ خلیفہ کے سپرد تھا (خالصہ ہو گئی تھیں)

قاضی ابو یوسف کہتے ہیں

وذلک بمنزلۃ المال الذی لم یکن لاحد ولا فی ید احد [4]	اس زمین کی حیثیت اس مال جیسی تھی جو نہ کسی کا ہو اور نہ کسی کے قبضہ میں ہو۔

---

[1] الاموال ص ۲۸۳ [2] الاموال ص ۲۸۲ والخراج ص ۵۵ و ص ۵۸ [3] الاموال ص ۲۸۲ [4] الخراج ص ۵۸

حاصل یہ ہے کہ زمانۂ خلافت میں بعض آراضی سے "قطائع" دیے جاتے تھے جو کسی کے قبضہ میں نہ ہوتیں نہ ان کا کوئی مالک اور وارث ہوتا۔ کسی کے آباد کرنے کا کوئی نشان نہ ہوتا اور نہ ایسی زمین ہوتی جو قانوناً کسی کو نہ دی جا سکتی تھی مثلاً چراگاہ۔ جنگل۔ نمک کی جھیل وغیرہ اور نہ ایسی صورت ہوتی جس میں کسی کا نقصان ہوتا[1]۔ ایسی زمینوں کے متعلق دو ہی صورتیں ہو سکتی تھیں یا تو بیکار پڑی رہتیں اور مفادِ عامہ جو زمین سے متعلق ہیں پامال ہوتے رہتے اور یا وہ صورت اختیار کی جاتی جو مفادِ عامہ کے لحاظ سے مناسب اور بہتر ہوتی خلافت نے نفعِ خلق کے پیشِ نظر دوسری صورت اختیار کی۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ زمانۂ خلافت میں تمام بنجر و افتادہ زمینیں آباد ہو گئی تھیں اور آباد شدہ زمینوں سے غلہ لگنے لگا تھا۔

کس مقصد سے دی جاتی تھیں "قطائع" دینے کا مقصد زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کرنا اور خلق اللہ کا عام مفاد ہوتا تھا جب تک یہ مقصد پورا ہوتا رہتا خلافت کو کوئی دخل دینے کی ضرورت نہ تھی لیکن اگر اس میں کوتاہی ہوتی یا آراضی کے تنظیم کی اس سے عمدہ صورت سامنے آتی جس میں نفعِ خلق زیادہ معلوم ہوتا تو خلافت کو بے دخل کر دینے کا پورا حق تھا۔ چنانچہ تاریخِ خلافت میں چند ایسے واقعات ملتے ہیں جن میں بلا پس و پیش اسی نظریہ کے ماتحت اہلِ زمین کو بے دخل کر دیا گیا تھا۔

چند یہ ہیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلال بن حارث رضؓ کو پوری "وادی عقیق" دے دی تھی لیکن وہ اس کا بڑا حصہ آباد نہ کر سکے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ نے یہ زمین آپ کو اس لئے نہ دی تھی کہ نہ خود آباد کریں اور نہ دوسروں کو آباد کرنے دیں جتنی آپ آباد کر سکتے ہوں اپنے پاس رکھئے اور بقیہ واپس کیجئے حضرت بلالؓ نے کہا کہ میں رسول اللہ کی دی ہوئی زمین کبھی نہ واپس کروں گا آخرکار حضرت عمرؓ نے آباد شدہ حصہ کو چھوڑ کر بقیہ زمین واپس لے لی[2]۔

اس موقع پر قابلِ غور بات یہ ہے کہ بلال بن حارثؓ رسول اللہ کے قریب ترین صحابی تھے اور زمین کا عطیہ خود رسول اللہ نے دیا تھا جس کے ساتھ لگاؤ ہونا فطری بات تھی مگر فاروق اعظمؓ نے مفادِ عامہ کے پیشِ نظر

---

[1] الخراج ص۹۵ و الاموال ص۲۷۶ و ص۲۷۷ [2] الاموال ص۲۹۰ و الخراج یحییٰ ص۹۳

نہ حضرت بلالؓ جیسے جلیل القدر صحابی کا خیال کیا اور نہ اس جذبہ کا کہ رسول اللہ کا دیا ہوا عطیہ کس طرح واپس لیں۔

یہ واقعہ اس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ خلیفۃ اللہ کے سامنے خلق اللہ کا عام مفاد ہوتا تھا وہ اس کے لئے نہ اپنے بزرگ ساتھیوں کے ساتھ کسی قسم کا ترجیحی سلوک کرنے کے لئے تیار تھا اور نہ محض جذباتی امور سے متاثر ہو کر عام مفاد کو نظر انداز کر سکتا تھا۔

جب رسولؐ کا دیا ہوا عطیہ بلالؓ جیسے بزرگ سے واپس لیا جا سکتا ہے تو دیگر نا اہل لوگوں کے پاس سے بیکار زمین واپس لینے میں کیسے غور و فکر کی گنجائش نکل سکتی ہے۔

(۲) رسول اللہؐ نے ایک اور شخص کو زمین دی تھی حضرت عمرؓ نے آباد کئے ہوئے حصہ کو چھوڑ کر بقیہ زمین واپس لے لی۔

(۳) قوم بجیلہ کا واقعہ اوپر گذر چکا ہے فاروق اعظمؓ نے خالصہ زمین کا کچھ حصہ ان کو دے دیا تھا دو تین سال تک وہ آباد بھی کرتے رہے لیکن جب نفع خلق کے پیش نظر اس سے عمدہ صورت سمجھ میں آئی تو بلا لیس و پیش اسکو واپس لے لیا۔

(۴) فاروق اعظمؓ اور عمر بن عبدالعزیزؒ کا عام قانون کے ماتحت مسلمانوں کو زمین جائداد سے بے دخل کر کے وظیفہ مقرر کر دینا اس بات کی شہادت کے لئے کافی ہے کہ حکومتِ الٰہی میں قطائع دینے کا سلسلہ عام مفاد کے پیش نظر اور پیداوار بڑھانے کے لئے تھا جب تک قطائع کے باقی رکھنے میں یہ مقصد پورا ہوتا باقی رکھے جاتے ورنہ جس صورت کے اختیار کرنے میں نفع خلق زیادہ نظر آتا حتی الامکان ذاتی مفاد کو ملحوظ رکھ کر وہی صورت اختیار کرنے کی پوری گنجائش تھی اس نظریہ کی مزید وضاحت ان اصولوں سے ہوتی ہے جو قطائع کے بارے میں نافذ تھے۔

کن لوگوں کو دی جاتی تھیں | حکومتِ الٰہی میں انھیں لوگوں کو قطائع دئے جاتے تھے جو کاشتکار تھے یا جن کے ذمہ مفادِ عامہ کی کوئی خدمت سپرد ہوتی تھی۔

اس بارے میں علامہ مقریزی اور قاضی ابو یوسف یہ کلیہ بیان کرتے ہیں۔

لہ الخراج یحییٰ ص۸

"پیغمبر اسلام اور آپ کے جانشینوں نے انھیں لوگوں کو قطائع دئے تھے جن کے دینے میں ملک و ملت کی بھلائی تھی۔"[1]

علامہ بدر الدین عینیؒ کہتے ہیں

"خلیفہ کے قطائع دینے کی شکل یہ ہے کہ اللہ کے مال سے ان لوگوں کو "عطایا" دے جس میں ان کی اہلیت دیکھے۔"[2]

ان کی تفصیل یہ ہے۔

(۱) جن لوگوں میں آبادکاری اور کاشتکاری کی صلاحیت ہوتی۔

(۲) جن کے ذمہ مفادِ عامہ کی کوئی خدمت سپرد ہوتی۔

(۳) فوجی اور تمام وہ لوگ جو ملک و قوم کی حفاظت پر مامور ہوتے۔

(۴) نومسلموں کو تالیفِ قلوب کے لئے۔ لبا اوقات لوگ اسلام قبول کر کے اپنے آپ کو نادار اور محتاج پاتے تھے۔ گذر بسر کی کوئی شکل نہ رہ جاتی تھی۔ ایسی حالت میں خلافت "قطائع" دے کر ان کو کسب معاش کے قابل بناتی تھی۔ تاکہ دوسروں کی دست نگری سے محفوظ رہ کر آزادانہ اپنی صلاحیتوں کو نشو ونما دے سکیں، نومسلموں کے ساتھ اس حسنِ سلوک کو دیکھ کر غیر مسلموں کو سوچنے سمجھنے کا موقع ملتا اور اسلام قبول کرنے کے لئے راہیں کھلتی تھیں۔

اصل بات یہ ہے کہ خلافت کے سامنے "قطائع" کا مقصد خلق اللہ کے لئے زیادہ پیداوار حاصل کرنا تھا اس لئے عام طور سے انھیں لوگوں کو دئے جاتے جو زمین کو زیر کاشت لاکر پیداوار بڑھا سکتے تھے اور اسی وقت تک باقی رکھے جاتے جب تک مقصد اجازت دیتا تھا۔

اسی بنا پر قاضی ابو یوسف فرماتے ہیں۔

ولولا ذلک لم یاتوہ ولم یقطعوا حق مسلم ولا معاھد[3]	اگر یہ مقصد نہ ہوتا تو رسول اللہ اور خلفا کسی کو کسی مسلمان یا معاہد کا حق نہ دیتے کیونکہ زمین میں سب شریک ہیں۔

کتنی مقدار دی جاتی تھی | اس سلسلہ میں تاریخِ خلافت کا مطالعہ کرنے سے پہلے بنیادی طور پر چند باتیں پیشِ نظر ہونی چاہئیں۔

---

[1] عینی ج ۶ صفحہ ۳۶ [2] مزید تحقیق و تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو الخراج لابی یوسف صفحہ ۶۱ و ۶۲ و ۶۰ والاموال صفحہ ۲۷۹ و ۲۸۰ و ۲۸۱ و ۲۸۲

(۱) بنجر و افتادہ آراضی بکثرت تھیں اور آباد کرنے والے کم تھے۔

(۲) پیداوار آج کے مقابلہ میں نہایت ہی کم تھی خصوصاً عرب کی زمینوں کی۔

(۳) رسول اللہؐ اور صدیق اکبرؓ کے زمانۂ خلافت میں فوجیوں اور دیگر کارپردازوں کی تنخواہیں مقررہ نہ تھیں

(۴) فاروقِ اعظمؓ نے تنخواہوں اور وظیفوں کا باقاعدہ انتظام کیا۔

(۵) تنخواہ مقررہ نہ ہونے کی صورت میں مفادِ عامہ کی خدمت کرنے والے لوگ خدمت چھوڑ کر خود کاشت کرتے یا زمین کاشتکاروں کے حوالہ کر کے پیداوار یا آمدنی میں دونوں شریک ہوتے۔

(۶) تنخواہوں اور وظیفوں کے مقرر ہو جانے کے بعد فاروق اعظمؓ نے مسلمانوں کی زمین و جائداد کے بارے میں جو رویہ اختیار کیا قابل غور ہے۔

مزید وضاحت کے لئے چند واقعات یہ ہیں۔

(۱) ابو بکر صدیقؓ نے حضرت طلحہؓ کو قطیعہ عطا فرمایا اور چند لوگوں کو گواہ بنا کر حکمنامہ ان کے حوالہ کر دیا گواہوں میں حضرت عمرؓ بھی تھے۔ حضرت طلحہؓ جب دستخط کرانے کے لئے عمرؓ کے پاس آئے تو یہ کہہ کر دستخط سے انکار کر دیا۔

هذا اكله لك دون الناس   کیا یہ سب تمہیں ہی مل جائے اور دوسرے محروم رہیں

پھر طلحہؓ غصہ میں بھرے ہوئے ابو بکرؓ کے پاس آئے اور کہا

والله ما ادرى انت الخليفة ام عمر   واللہ میں نہیں جانتا کہ کون خلیفہ ہے آپ ہیں یا عمر

ابو بکرؓ نے فرمایا۔ بل عمر۔ بلکہ عمر ہیں

الغرض عمرؓ کی مخالفت کی وجہ سے فرمانِ صدیقی رد ہو گیا۔[۱]

(۲) حضرت عیینہؓ کو صدیق اکبرؓ نے "قطیعہ" دیا جب دستخط کے لئے عمرؓ کے پاس آئے تو انھوں نے دستخط کرنے سے انکار ہی نہیں کیا بلکہ لکھے ہوئے کو مٹا دیا۔ عیینہؓ دوبارہ ابو بکرؓ کے پاس آئے اور دوسرا حکمنامہ

---

[۱] الاموال ص ۲۸۳

لکھنے کی درخواست کی۔

واللہ لا أجدّد شیئا ردّہ عمر[1] — خدا کی قسم وہ کام دوبارہ نہ کروں گا جس کو عمرؓ نے رد کر دیا ہو

باقی رہی یہ بات کہ حضرت عمرؓ نے دستخط سے کیوں انکار کیا جب کہ رسول اللہؐ ابو بکرؓ اور خود عمرؓ سے "قطیعہ" دینا ثابت ہے اس کی وجہ حضرت عمرؓ نے خود ہی ان الفاظ میں بیان کر دی تھی کہ

اھذا کلہ لک دون الناس — کیا یہ سب تجھے ہی مل جاتے اور دوسرے محروم رہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ صدیقؓ و فاروقؓ دونوں کا ایک مقصد تھا یعنی "قطائع" دے کر زمین کو زیر کاشت لانا تاکہ خلق اللہ کو زیادہ سے زیادہ غذا مہیا ہو سکے مگر یہ بات بھی ہر وقت ملحوظ رہتی کہ زمین صرف چند افراد کے ہاتھوں میں پڑ کر ان کے لئے عیش و آرام طلبی کا سامان نہ بن جائے یا بے کار نہ پڑی رہے۔ اس لئے یہ احتیاط ضروری تھی کہ صرف ان لوگوں کو زمین دی جائے جو اہل تھے اور اتنی دی جائے جتنی وہ استعمال کر سکتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ حکومت الٰہی میں کسی فرد کو نہ تو بے کار رہنے دیا جاتا اور نہ دوسرے کی محنت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر عیش و عشرت کا موقع ملتا تھا

اگر کسی فرد میں کاشتکاری کی اہلیت اور صلاحیت ہوتی تو آراضی اس کے حوالہ کر کے خلق اللہ کی خدمت پر مامور کر دیا جاتا اور اگر دیگر مفاد عامہ کے لئے موزوں ہوتا تو اتنی مقدار زمین دی جاتی کہ دوسروں سے کاشت کرا کے خدمت کے فرائض اطمینان کے ساتھ انجام دے سکے۔ ایسی صورت میں کاشتکار اپنی صلاحیت کے مطابق خدمت خلق کرتا تھا اور صاحب زمین اپنی صلاحیت کے مطابق اس فرض کو انجام دیتا تھا۔

اسی بناء پر بدر الدین عینیؒ کہتے ہیں۔

یجوز للجندی الذی یقطع لہ ان یؤجر ما اقطع لہ[2] — فوجی کے لئے اپنے قطائع کو کرایہ پر دینا جائز ہے

اور شاہ ولی اللہؒ کہتے ہیں۔

ولا یقطع الا قدر ما یتاتی العمل علیہ[3] — ایسی مقدار قطیعہ دیا جائے جس پر کام کرنا آسان ہو

---

[1] الاموال ص ۲۸۳ [2] عمدۃ القاری ج ۲ ص ۳۶ [3] مسوّیٰ ج ۲

پھر کہتے ہیں۔

امام را باید کہ اقطاع کند بقدر حاجت[1]

قطائع اور سرکاری ٹیکس | زمانۂ خلافت میں "قطائع" سرکاری ٹیکس اور قانون سے مستثنیٰ نہ تھے بلکہ خلیفہ کے اختیارات بہ نسبت دیگر اراضی کے "قطائع" میں زیادہ وسیع ہوتے تھے۔

جیسا کہ قاضی ابو یوسفؒ کہتے ہیں۔

"قطائع" اگر عشری زمین سے دئے گئے ہیں تو عشر واجب ہوگا خراجی زمین سے دیئے گئے ہیں تو خراج واجب ہوگا

پھر کہتے ہیں

جس کسی کو خراجی زمین سے قطائع دئے جائیں تو پیداوار کا دسواں۔ پندرھواں۔ بیسواں حصہ یا اس سے بھی زیادہ یا خراج بہرحال جو مناسب ہو خلیفہ مقرر کرے۔

آگے چل کر کہتے ہیں

مجھے امید ہے کہ اس بارے میں خلیفہ جو بھی مناسب سمجھ کر کرے گا اس کے لئے وسعت اور گنجائش ہے۔

ہارون الرشید کو مخاطب کرتے ہوئے کہتے ہیں

مفادِ عامہ کے پیش نظر آپ جو مناسب سمجھیں اس میں آپ کو پورا اختیار ہے[2]۔

حاصل یہ ہے کہ حکومتِ الٰہی میں زمین جائداد نہ ذاتی وقار اور اقتدار بڑھانے کے لئے تھی اور نہ کاشتکاروں کی محنت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر مفت خوروں کا طبقہ پیدا کرنے کے لئے بلکہ یہ ساری چیزیں پیداوار حاصل کر کے مفادِ عامہ کی راہوں میں صرف کرنے کے لئے اور خلقِ خدا کی خدمت کے لئے تھیں اس لئے قانون اور ٹیکس کے معاملات میں خلیفہ کے اختیارات وسیع تھے مذکورہ تمام تصریحات کے پیش نظر یہ فیصلہ کرنا آسان ہے کہ موجودہ زمینداری اور جاگیرداری کی صورت قطائع سے بالکل مختلف ہے۔ جاگیردار و زمیندار ایک وسیع حصۂ زمین کا مالک ہوتا ہے کاشتکار اور مزدور اس پر کام کرتے ہیں اور مالکِ زمین بغیر ہاتھ پاؤں ہلائے ان کے منافع سے عیش و آرام کرتا ہے۔

"قطائع" سے اس قسم کی تنظیم کے لئے کوئی جواز نہیں نکل سکتا بلکہ متعدد مثالیں ایسی ملتی ہیں کہ ایسے نظام کو سختی کے ساتھ ختم کیا گیا اور الغا کرنے میں مفادِ خلق کے سوا کوئی دوسرا جذبہ یا مصلحت کارفرما نہ تھی۔

(باقی آئندہ)

[1] مصفی صفحہ ۔ [2] الخراج صفحہ و صفحہ